اردو ادب میں روایت کی اہمیت

ڈاکٹر زینت بی بی [1]، ڈاکٹرمحمد ناصر آفریدی **

Abstract:

"The edifice of civilization is built on tradition. Civilization is the name of a collection of these traditions. Circumstances of a nation, background, religion, mental retardation are important elements of a culture or civilization that is preserved in the form of heritage and passed down from generation to generation. Literature and tradition are closely linked. In other words, we can say that there is a deep connection between literature and society. The literature of a nation is unique due to its tradition. This uniqueness sets it apart from the literature of other nations. Literature takes on changing circumstances, demands and needs and continues to evolve. The definite success in this situation lies in following the tradition. It is these traditions that keep literature from being shaken. If there are no traditions, rules and regulations for literature, then it is not possible to form a critical standard in literature."

کلیدی الفاظ: روایت،سماج،تہذیب،تحریک ،دبستان،اصول و ضوابط،نظریات،انفرادیت،اجتماعیت۔

تخلیق اور تنقید دونوں کے لیے روایت کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ روایت کو پیش نظر رکھ کر تخلیق اور تنقید کا عمل بہتر طور پر وقوع پذیر ہوتا ہے۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ جہاں تحقیق کرنے والوں کو روایت کا پاس یا خیال نہیں رہتا وہاں تحقیق جان دار نہیں ہوتی ۔روایت اس سلسلے میں اساس کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ مختلف پلیٹ فارمز پر ہمیں یگانگت اور اتحاد کی فضا فراہم کرتا ہے۔ادب میں روایت پر تفصیلی بحث کرنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کی روایت سے کیا مراد ہے۔ روایت کسی بات کی نقل ،اظہار ،حکایت یا سرگزشت کے ہیں۔ روایات ہر قوم اور ملک میں مختلف اوقات میں مختلف طور پر وقوع پذیر ہوتی رہتی ہیں۔ روایت کی تعریف کے حوالے سے ڈاکٹر عبادت بریلوی لکھتے ہیں:

> "انسانی زندگی میں کچھ ایسے طور طریقے، کچھ ایسی قدریں ،کچھ ایسے تصورات ،جن پر سب لوگ بنیادی طور پر متفق ہوں اور افراد جن کو اپنا آدرش یا آئیڈیل مان لیں وہ روایات کہلاتی ہیں۔" (۱)

انسان معاشرے یا سماج کا بنیادی حصہ ہے ۔وہ براہ راست معاشرے سے وابستہ بھی ہوتا ہے اور اس سے علاحدہ بھی اس کی جدا گانہ حیثیت ہوتی ہے۔جہاں وہ اپنی فکر اور سوچ کی بدولت سماج سے جڑا رہتا ہے۔وہ زندگی معاشرے سے الگ طور پر نہیں گزار سکتا ۔زندگی کی مختلف سطح پر اسے اپنے معاشرے سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اپنی انفرادیت کے ساتھ ساتھ اُسے اجتماعیت کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا ہوتا ہے۔ کچھ ایسی مشترکہ عادات، قدریں اور تصورات ہوتی ہیں جس پر معاشرے کا بحیثیت مجموعی اتفاق ہوتا ہے۔ ایسی ہی مشترکہ عناصر مل کر روایات بناتے ہیں یا روایات کی صورت ہمارے سامنے آتے ہیں۔ اس حوالے سے ڈاکٹر عنوان چشتی اپنی کتاب "تنقید سے تحقیق تک" میں لکھتے ہیں:

> " روایت ایک ایسی متحرک اور مسلسل لہر ہے جو ماضی ،حال اور مستقبل کو ایک لڑی میں پروتی ہے۔ یہ ایک بہتا ہوا دریا ہے جو ماضی سے حال اور حال سے مستقبل کی طرف

---

[1] اسسٹنٹ پروفیسر، شہید بینظیر بھٹو خواتین یونیورسٹی پشاور

** شعبہ اردو سرحد یو نیورسٹی آف سا ئنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی پشاور

چلا جاتا ہے---- روایت میں ماضی کی ادبی بصیرت، تاریخی شعور، تخلیقی محرکات سب کچھ شامل ہے۔ ماضی کو حال کے آئینے میں دیکھنے کی کوشش اور ماضی کے تجربات کی روشنی میں حال کے مسائل کو حل کرنے اور مستقبل کی تعمیر کرنے کی کوشش کو روایت کہتے ہیں۔"(۲)

تہذیب یا کلچر کی عمارت روایت کی بنیاد پر کھڑی ہوتی ہے۔ تہذیب یا کلچر انہی روایات کے مجموعے کا نام ہے۔ کسی قوم کے حالات واقعات، پس منظر ،مذہب، ذہنی افتاد کلچر یا تہذیب کے اہم عناصر ہوتے ہیں۔ جو ورثے کی صورت محفوظ ہوکر نسل در نسل منتقل ہوتا ہے۔ اس طرح یہ تہذیب کسی قوم کو دوسری قوم سے ممتاز رکھتا ہے۔ اسی سے روایات جنم لیتی ہیں۔

ادب اور روایت کا آپس میں گہرا ربط ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ادب اور معاشرے کا گہرا تعلق ہوتا ہے۔ کسی قوم کا ادب ان کی روایات کی بدولت انفرادیت رکھتا ہے۔ یہی انفرادیت اسے دوسرے اقوام کے ادب سے ممتاز رکھتے ہیں۔

کوئی بھی ادب تخلیق ہو تو اس کے پیش نظر صرف انفرادی زندگی نہیں ہوتی بلکہ اجتماعی زندگی پیش نظر رہتی ہے ۔اسی طرح ادب کا کردار ذہنی سکون کے ساتھ ساتھ درست سمت کا تعین بھی ہوتا ہے۔ اگر ادب ہماری زندگی میں آسانی ،راحت اور مشکلات کا کسی طور حل نہیں بتاتی تو وہ زندگی کا صحیح ترجمان نہیں ۔ادب میں یہ تمام خصوصیات روایت کی بدولت حاصل ہوتی ہیں۔زندگی میں نئے تجربات کی بنیاد پر انہی روایات پر رکھی جاتی ہے۔ جہاں پرانی قدروں کو بالائے طاق رکھا جاتا ہے وہاں ذہنی خلفشار تنہائی کی صورت اضطراب کا باعث بنتا ہے۔معیاری ادب کا انحصار روایات کے بل بوتے پر ہوتا ہے۔ کمزور روایات غیر معیاری ادب کی تخلیق کا باعث بنتی ہیں۔ جس میں تاثر کا فقدان ہوتا ہے۔ روایات کا پاس ہر صنف ادب میں ہونا چاہیے ۔

روایات مختلف شعبہ ہائے زندگی میں اہمیت رکھتی ہیں۔ کسی بھی فن ،تخلیق یا کام کی شروعات کرتے ہوئے ہم متعلقہ شعبوں کی ماضی میں کارکردگی کی طرف دیکھتے ہیں۔ ماضی کا رنگ مستقبل کے ان منصوبوں پر اپنا تاثر کسی نہ کسی صورت ضرور چھوڑتاہے کیونکہ پچھلے لوگوں نے آنے والی نسلوں کے لیے تجربات کی صورت سرمایہ چھوڑا ہوتا ہے۔

زندگی کے دیگر شعبوں کے مقابلے میں ادب کا روایت سے رشتہ بنیادی ہے کیونکہ ادب میں انسانی زندگی کے تجربات ،احساسات اور مشاہدہ کی عکاسی ہوتی ہے۔ یہ تجربات و احساسات پہلے سے موجود معاشرتی قدروں کے سائے میں پنپتے ہیں۔ترقی اور ارتقا کے عمل میں روایات اصول و ضوابط کا فریضہ ادا کرتی ہیں۔ یہ اصول و ضوابط ہمیں غلط سمت سے منحرف کرکے درست سمت کی طرف گامزن کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ خود احتسابی کی صورت رہنمائی کی وجہ بنتی ہے۔

یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ مثبت روایات کی ہمیشہ پیروی کرنی چاہیے ۔سماج میں روایت اور بغاوت ساتھ ساتھ چلتے ہیں اس طرح انفرادیت اور جدت بھی اس کے دو اہم سنگ میل ہیں۔کچھ لوگ روایات کے پردے میں تعصب اور تنگ نظری کا شکار ہو جاتے ہیں ۔جبکہ روایات کا دامن بہت وسیع ہے۔ اس کو محدود کرنا سراسر نا انصافی ہے۔ کیوں کہ روایات کسی بھی صورت ہمیں نئے تجربات یا نئے امکانات سے نہیں روکتی ۔جس طرح زندگی رواں دواں ہے۔ اسی طرح ادب میں بھی نئے تقاضے ،نئی ضروریات ،نئی راہیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔اس حوالے سے ابو سعید قریشی "عناصر تہذیب " میں لکھتے ہیں:

"سماج کی وسیع عمارت رسم و رواج کی سنگین بنیادوں پر قائم ہے ۔ہالہ زدہ طرز افکار و کردار کی مستحکم دیوار جس نے زمانہ انقلاب اور نراج کے نازک لمحات میں ابن آدم کو سنبھالے رکھا ہے۔اگر نا معلوم وقتوں سے چلے آنے والے رسم و رواج ہمیں راہ نہ دکھائیں تو ہم صحرائے افکار میں بھٹک کر رہ جائیں۔ہزار ہا متضاد قوتیں بیک وقت بر سر پیکار نظر آئیں اور نسل آدم کا خاتمہ ہو جائے۔" (۳)

اردو ادب میں بھی روایت کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ کسی بھی علاقے کے ادب یا زبان سے شناسائی کے لئے اس کے پس منظر کا علم ہونا اہمیت رکھتا ہے۔ اردو زبان و ادب کے خمیر میں عربی وفارسی زبان رچی بسی ہے۔ صرف زبان ہی نہیں بلکہ فارسی کے ساتھ ایرانی تہذیب جبکہ عربی کے ساتھ عربوں کی روایات و حکایات اور مذہبی حوالے بھی اردو زبان میں در آئے ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ یہ روایات نشوونما پاتی رہی ہیں۔ اگرچہ موجودہ دور میں یہ کس قدر کم ہے مگر پھر بھی ہم کسی صورت یہاں کےمقامی ادب سے فارسی و عربی رنگ علاحدہ نہیں کرسکتے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ برصغیر کے شعرا اور ادیبوں نے ان روایات کے ساتھ اپنا انفرادی تشخص بھی قائم کیے رکھا۔ انگریزوں کی آمد سے یہاں کی زبان و ادب پر مختلف طرح کے اثرات مرتب ہوئے ۔ اس طرح ہمارے ادیب شعوری اور لا شعوری طور پر مغربی تہذیب سے بھی متاثر رہے ہیں۔

جہاں تک ادبی تحقیق میں روایت کی اہمیت کا ذکر ہے تو کسی بھی موضوع یا صنف سے متعلق لکھنے کے لیے متعلقہ موضوع یا صنف کی ماضی میں بازگشت کی کھوج لگانا ضروری ہو جاتا ہے۔ ماضی میں موجودہ حوالے ، پیمان یا روایات ہماری تحقیق کو جامعیت بخشتے ہیں۔

قرآن مجید میں بھی جگہ جگہ نیکی اور حق کا راستہ اپنانے کےلیےمثالیں موجود ہیں جس میں پہلے ادوار کے لوگوں کی طرف رجوع کرنے کو فوقیت دی گئی ہے۔ اسی طرح نیکی یا سیدھی راہ کےساتھ ساتھ بدی سے بچنے کی تلقین کی تو وہاں بھی خسارہ پانے والوں سے عبرت حاصل کرنے کی طرف متوجہ کیا گیا ہے ۔یعنی ہمیں اپنی آئندہ کے لائحہ عمل کے لیے اپنے سے پہلے مثالوں ،حوالوں اور تجربات کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔

اردو ادب کو روایت کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہاں مختلف روایتیں مختلف اصناف کا حصہ بنتی چلی آئی ہیں ان روایات کے سہارے ادب کا مزاج ،رجحانات اور اس کے اصول بنتے بگڑتے اور آگے بڑھتے ہیں ۔ادب کی تخلیق ،تحقیق یا تنقید میں ان روایات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ادب کے یہ روایات کسی قوم کے سماجی حالات، نظریات اور اس کے مزاج کے زیر اثر پنپتی ہیں۔ ادب کا ان روایات کے بغیر زندہ رہناممکن نہیں کیونکہ کوئی بھی ادب خلا میں آگے نہیں بڑھتا ۔وہ گزشتہ سے پیوستہ ہوتا ہے۔

اردو ادب میں روایت کی بات کی جائے تو یہاں وقت کے تقاضوں کے پیش نظر مختلف نظریات کو روایت سے ہم آہنگ کرنے کے بعد ہی اپنایا گیا۔اس سلسلے میں کسی بھی صنف میں ہمیں روایت سے مکمل روگردانی نظر نہیں آتی ۔اگر کسی نے اس ضمن میں کوشش بھی کی تو کامیابی نہ ملنے کے سبب وہ تاریخ میں زندہ نہیں۔ ڈاکٹر عنوان چشتی اپنی کتاب " تنقید سے تحقیق تک" میں لکھتے ہیں:

> "اس طرح ہر فن کار بیک وقت پرانا بھی ہوتا ہے اور نیا بھی ۔فن کار کتنا بھی نیا ہو ،اس کی انفرادیت کتنی بھی مسلم ہو ،وہ بت شکن اور باغی ہی کیوں نہ ہو ،روایت سے سو فیصدی دامن نہیں چھڑا سکتا۔ اس کی تخلیقات میں ماضی یعنی روایت کے زندہ عناصرضرور شامل ہوتے ہیں۔" (۴)

روایت کی اہمیت کے مباحث میں شاعری کو اہم مقام حاصل ہے ۔یہاں فن اور فکر دو بنیادی عناصر ہیں۔ جس سے معیاری ادب تخلیق ہوتا ہے۔ یہ دریا کے دوکنارے کی صورت ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ فن یعنی شعری جمالیات میں زبان اور اس کی مختلف صورتیں ،تشبیہات، استعارات ،تلمیحات، تمثیلات ،اسلوب، ہیت وغیرہ سب ہی شامل ہیں۔ جو شعر میں جمالیاتی کیفیت پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح فکری معنویت بھی اہم ہے۔کسی فن پارے کی شعری جمالیات کو پرکھنے کے لیے عموما روایت سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ قدیم یا کلاسیکل شاعری اس بابت روایت کا کام کرتی ہے۔

فکری و جذباتی معنویت عموماًوقتی تقاضوں اور ضروریات کی مرہون منت ہے۔روایت اور تجربہ ساتھ ساتھ چلتے ہیں ۔جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے ہم روایت کو تنگ نظری اور تعصب کے معنوں میں استعمال کرنے کی بجائے تجربات کو لازمی اہمیت دیں کیونکہ تجربہ روایت کے منافی ہے نہ

روایت تجربے پر قدغن لگاتی ہے۔

ادب بدلتے ہوئے حالات، تقاضوں اور ضروریات کی صورت جنم لیتا ہے اور ارتقا کے راستے پر رواں دواں رہتا ہے۔ اس صورت حال میں یقینی کامیابی روایت کی پیروی میں ہے۔ یہ روایات ہی ہیں جو ادب کو متذلزل ہونے سے بچاتے ہیں۔ اگر ادب کے لیے روایات اصول و ضوابط کی صورت موجود نہ ہوں تو ادب میں میں تنقیدی معیار کی تشکیل ممکن نہیں کیونکہ روایات ہی اصول و ضوابط کی صورت اچھے بُرے کی تمیز پیدا کرتے ہیں ۔جو معاشرتی اصلاح کا ذریعہ ہیں۔

ان روایات کا بنیادی مقصد ایک تکون کی صورت یعنی روایات ،معاشرہ اور ادب کے ذریعے رشتہ پیدا کرنا ہے۔ادب میں کسی بھی صنف کی آغاز و ارتقاء پر اس علاقے کی روایات کا مضبوط اور جان دار حوالہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ مثال کے طور پر انگریزی ادب پر شروع میں یونانی اور لاطینی ادب کے اثرات نمایاں رہے ۔اسی طرح اردو ادب کی کچھ اصناف انگریزی ادب کے اثر پذیر رہیں ۔چنانچہ نظم اور افسانوی و غیر افسانوی ادب میں ہمیں مغرب سے استفادے کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں ۔ اسی طرح شعر و ادب پر فارسی اور ایرانی تہذیب کا اثر کسی طور پوشیدہ نہیں۔

اردو کی ابتدائی شاعری میں فارسی اثرات کے نقوش نمایاں ہیں۔ اس لیےاصطلاحات ،علامات اور طرز بیان کو برتتے وقت فارسی ادب کی طرف توجہ دیکھنے کو ملتی ہے۔ اسی طرح ایرانی روایات اردو شاعری کا حصہ رہی ہیں ۔ چنانچہ آغاز میں ادب کے معیار اور کامیابی کو ان فارسی روایات کے تناظر میں دیکھا گیا ۔ایرانی شاعری کے گل و بلبل کے قصے مقامی شاعری میں سنائی دیتے رہے ۔جو اردو شاعری میں یہ ایک روایت بنی رہی ۔ جس کی پاس داری آج بھی کبھی مجازی اور کبھی علامتوں کی صورت موجود ہے۔ میر سے لے کر درد ،غالب، اقبال، فیض اور پروین شاکر تک سبھی شعرا نے اس کا بھرپور استعمال کیا۔چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ میر، غالب اور اقبال جیسے عظیم شعراء کے بعد انہیں شعرا نے اپنا مقام پیدا کیا جہاں جدیدیت کے ساتھ ساتھ روایت کا پاس جاندار رہا۔اس سلسلے میں فیض ،ناصر کاظمی، فرازاور پروین شاکر جیسے نام روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔

اردو ادب کے تحت مختلف اوقات میں مختلف تحریکیں بھی ابھرتی رہی ہیں ۔ان کے اثرات بھی ادب پر مرتب ہوتے رہے ہیں۔ان میں تحریک ایہام گوئی، رومانوی تحریک ، علی گڑھ تحریک اور ترقی پسند تحریک کے ساتھ ساتھ دبستان لکھنؤ و دہلی بھی روایت کے حوالے سے خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ چنانچہ ادبی تحقیق و تنقید میں ان کے اثرات بھی شعوری اور لا شعوری طور پر دیکھنے کو ملتے ہیں۔ان تحریکات اور دبستانوں میں اس دور کے معاشی، معاشرتی، سیاسی اور سماجی پس منظر کو بخوبی دیکھا جا سکتا ہے ۔ا س حوالے سے ترقی پسند تحریک کافی نمایاں رہی ۔ اس تحریک کی مقبولیت کے بارے میں ڈاکٹر عبدالعلیم لکھتے ہیں:

> "اس انجمن کی شاخیں ہندوستان کی تقریباً سب اہم زبانوں کے علاقوں میں قائم ہوئیں۔ لیکن چونکہ اس کے قیام میں اردو کے بعض ادیبوں نے نسبتاً زیادہ نمایاں حصہ لیا۔ اس لیے فطری طور پر شروع ہی سے اردو ادب پر اس تحریک کا اثر زیادہ دکھائی دیتا ہے ۔اس کی مقبولیت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اب یہ اصطلاح ہند اور پاکستان کے ہر حصے میں رائج ہے اور وہ لوگ بھی جن کا اس انجمن سے براہ راست تعلق نہیں ہے وہ بھی اپنے آپ کو ترقی پسند ادیب کہتے ہیں۔" (۵)

مختلف ادوار میں مختلف مکتبہ فکر اور فلسفہ بھی روایات کا جُز رہے ہیں۔اس سلسلے میں فلسفہ تصوف ،حسن و عشق اور حرکت و عمل بھی مختلف انداز میں اردو ادب بالخصوص شاعری کا حصہ رہے ہیں ۔اسی طرح کچھ فن پارے اپنے اسلوب کی بدولت بھرپور روایت بن گئے ہیں۔ جو نئے لکھنے والوں کے لیے ایک معیار، اصول یا پیمانے کی صورت میں موجود ہیں۔ خصوصاً طرز بیان کے سلسلے میں نئے لکھنے والوں سے انہی خصوصیات کی توقع کی جاتی ہےجو ان سے پہلے کلاسک کا درجہ رکھتے ہیں۔

اس حوالے سے دیکھا جائے توحب الوطنی کا جذبہ بھی اردو ادب کا اہم حوالہ یا روایت ہے۔ چنانچہ میر سے لے کر عصر حاضر تک کے شعراء میں حب الوطنی کا جذبہ آب و تاب کے ساتھ موجود ہے ۔میر کے دور میں اگرچہ غزل گوئی کی طرف رجحان عام تھا ۔اس لیے کسی باقاعدہ عنوان کے تحت یہ جذبہ سامنے نظر نہیں آتا۔لیکن اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی شاعری وطن سے محبت کی شاعری ہے۔ شہر دلی کے حوالے سے اکثر اشعار میں اس دور کی عکاسی کی گئی ہے۔ دلی کی ویرانی اور تباہی و بربادی کے کرب نے اُن کی شاعری کو متاثر کیے رکھا۔ غالب کے ہاں بھی حب الوطنی کا جذبہ موجود ہے ۔ان کی شاعری اور نثر میں اس کے مضبوط حوالے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ خصوصاً مکاتیب غالب کے حوالے سے کہا جاتا ہے کہ اگر اُن کو مناسب ترتیب دی جائے تو یہ اپنے دور کی ایک مکمل تاریخ ہے۔

بعد کے دور کے ادیبوں میں حب الوطنی نے ایک نیا انداز اختیار کیا اور یہ جذبہ انفرادی کی بجائے اجتماعی آواز بنا ۔سرسید اور حالی نے اسی جذبے سے سرشار ی کے نمونے پیش کیے ۔اکبر الہ آبادی سے ہوتا ہوا یہ سلسلہ اقبال تک پہنچتا ہے ۔جہاں وطنیت کا رنگ غالب ہے۔ جو ش بھی وطنیت کے بڑے حامیوں میں شمار ہوتے ہیں۔بعد میں اس رجحان میں تبدیلی دیکھنے کو ملتی ہے۔ جہاں مذہبی ،سیاسی اور تہذیبی اثرات وطن کی محبت پر غالب آجاتے ہیں ۔اس کی ایک عمدہ مثال فیض کےہاں نظر آتی ہیں ۔جہاں وطن کی محبت تو ہے مگر اس پر ترقی پسندی کا عنصر نمایاں ہے۔

اردو ادب میں سرسید احمد خان نے ایک نئی روایت کی داغ بیل ڈالی اور ادب میں مقصدیت کو رواج دیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے ادب کے دامن کو وسیع کیا اور نثر میں تاریخ ،مذہب ،سیاست، صحافت اور تعلیم جیسے سے موضوعات کو جگہ دی۔ اس طرح تنقید میں بھی نئی روایت کا آغاز ہوا ۔بعد میں ان کے زیر اثر الطاف حسین حالی نے بھی تنقید کے حوالے سے "مقدمہ شعر و شاعری "لکھ کر کر شعر و ادب کے بارے میں نئے زاویوں سے متعارف کرایا۔ سر سید کی ان کاوشوں کے حوالے سے نسیم عباس احمر لکھتے ہیں:

> "سرسید شناسی کی روایت ہمارے زمانے میں اس لیے بھی اہمیت اختیار کر لیتی ہے کہ ہمارے زمانے کے فکری انتشار میں فکر کی یہ روشن روایت ہمیں اپنے وجود کے مثبت زاویوں سے آشنائی عطا کرتی اور اجتہاد کی ضرورت پر زیادہ سے زیادہ زور دیتی نظر آتی ہے۔" (٦)

اس کے بعد گویا ایک نئی روایت پروان چڑھی اور نظم و نثر دونوں میں سرسید کی پیروی ہونے لگی۔ اس طرح مضمون نگاری، سوانح نگاری، تنقید نگاری، تاریخ نگاری ،ناول نگاری اور سفرنامہ نگاری غرض یہ کہ ہر سطح پر ان کے افکار کو پذیرائی ملی اور فکر و ادب سرسید کی ودیعت کردہ مقصدیت کے اصولوں پر پروان چڑھی ۔اس تحریک یا روایت نے پورے ایک عہد کو متاثر کیا اور اردو ادب کو حالی ،ڈپٹی نذیر احمد ،محسن الملک اور مولوی چراغ علی جیسے نامور ادیب ملے ۔اس سلسلے میں سید عبداللہ اپنی کتاب "سرسید احمد خان اور ان کے نامور رفقا کی اردو نثر کا فنی و فکری جائزہ "میں لکھتے ہیں:

> "ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے نثر اردو کو اجتماعی مقاصد سے روشناس کیا اور اس کو سہل اور سلیس بنا کر عام اجتماعی زندگی کا ترجمان اور علمی مطالب کے اظہار کا وسیلہ بنایا۔"(٧)

اسی طرح ۱۸۵۷ء کے بعد کا دور نظم نگاری کے حوالے سے اہم ہے۔ اردو میں جدید نظم نگاری کی روایت انجمن پنجاب کے توسط سے آئی ۔جو کہ کرنل ہالرائیڈ کی سرپرستی میں محمد حسین آزاد اور اُن کے رفقاء کے ذریعے آگے بڑھی۔ اس طرح اردو میں انگریزی ادب کے طرز پر شاعری ہونے لگی۔ بعد میں یہ ایک روایت ٹھہری اور ساتھ ساتھ منظوم ترجمے (انگریزی سے اردو میں) ہونے لگے۔ اس طرح اسماعیل میرٹھی ، محمد حسین آزاد، اکبر الہ آبادی ،الطاف حسین حالی اور علامہ اقبال جیسے

اہم شعراء کی نظم نگاری کی روایت میں بعد میں آنے والے شعراء بھی اسی میدان میں طبع آزمائی کامیابی سے کرتے رہے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان مختلف روایات نے اردو ادب کوشاعری اور نثر دونوں حوالوں سے نہ صرف متنوع موضوعات، اسالیب، نظریات اور رجحانات سے روشناس کرایا بلکہ بدلتے تقاضوں اور تہذیب و سماج کو بھی مدنظر رکھا۔

بحیثیت مجموعی ہر ادیب چاہے وہ شاعری کے میدان سے ہو یا پھر نثر نگاری سے تعلق رکھتا ہو وہ روایت کا سہارا ضرور لیتا ہے۔ اُن کی تحریروں میں پہلے سے موجود فن پاروں کی بازگشت کسی نہ کسی صورت موجود ہوتی ہے۔اس سے یہ ہر گز مراد نہیں کہ ایسے ادیبوں کے ہاں انفرادیت کی کسی صورت کمی ہوتی ہے یا وہ نئے تجربات سے قاصر رہتے ہیں بلکہ وہ ادیب روایات کو ساتھ لے کر ،اُسے رہنمائی کا ذریعہ سمجھ کر ،اس کی روشنی میں آگے کے سفر کا تعین کرتے ہیں۔ یہ روایات انہیں اندھیروں میں بھٹکنے سے بچاتےہیں۔ درست سمت کے تعین میں ان کی مدد کرتے ہیں۔ جہاں وہ اپنی انفرادیت کے بل بوتے پر فن کی معراج پاتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر ،**روایت کی اہمیت**، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان ،۱۹۵۳،ص ۲
۲۔ عنوان چشتی ، ڈاکٹر ،**تنقید سے تحقیق تک**، دہلی : پی کی پبلی کیشنز ،۱۹۸۳،ص۸۱
۳۔ ابو سعید قریشی ،**عناصر تہذیب** ،چودھری نذیر احمد ، لاہور: مکتبہ اردو ، ۱۹۴۰ء،ص۲۸
۴۔ عنوان چشتی ، ڈاکٹر ،**تنقید سے تحقیق تک**،ص۸۰
۵۔ عبد العلیم، ڈاکٹر ، **اردو ادب کے رجحانات پر ایک نظر** ، دہلی: آزاد کتاب گھر کلاں محل ،ص۱۹
۶۔ نسیم عباس احمر،**سر سید شناسی کے چند اہم زاویے**، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ ،۲۰۱۱ء،ص۱۸
۷۔ سید عبداللہ ، ڈاکٹر ،**سرسید احمد خان اور ان کے نامور رفقا کا کی اردو نثر کا فنی و فکری جائزہ**، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس ، ۲۰۰۶ء